سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۷۰
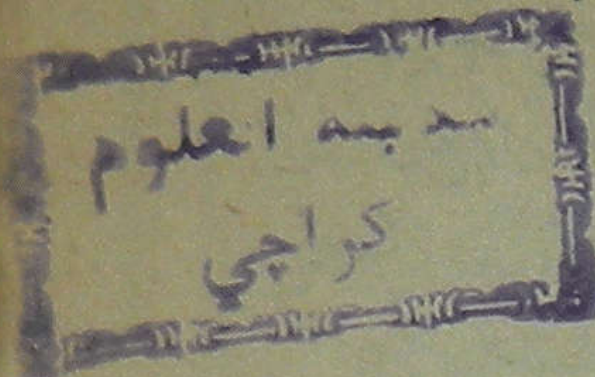
سیدِ سجّاد ع

سلسلۂ امامتِ الٰہیہ کے چوتھے تاجدار سرکارِ صبر
حضرت علیؑ ابن الحسین علیہ السلام
کی حیاتِ طیبہ کا مختصر تعارف

از قلم معجز رقم :-

سرکار سید العلماء علامہ سید علی نقی النقوی
مجتہد العصر لکھنؤ

قیمت ۲ر آنے

امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور

کا پچاسواں تبلیغی رسالہ "سید سجاد" آپکے ہاتھوں میں ہے جو امامیہ مشن لکھنؤ سے
نمبر ۱۰۰ شائع ہو کر سند قبولیت حاصل کر چکا ہے۔ اس صحیفہ مبارکہ میں سید سجاد حضرت علی
ابن الحسین کی زندگی کے مختصر حالات ہیں۔

امامیہ مشن لکھنؤ نے چودہ معصومین ع کی مختصر سوانح حیات شائع فرما کر قوم کی اہم ترین ضرورت
کو پورا کرتے ہوئے اپنی بیدار مغزی اور روشن دماغی کا ثبوت دیا ہے۔ اختصار اتنا کہ دو صفحوں
کے ایک جز میں سوانح عمری سما جائے اور جامعیت کا یہ عالم کہ ضروری واقعات کے سمندر
سمیٹ کر کوزہ میں سمو دیا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل سے مبسوط کتاب تیار ہو سکتی ہے
ان معصومین ع کی ذوات مقدسہ کی اہمیت یہ کہ ہر ذی شعور ابن آدم پر ان کی محبت واجب کر دی
گئی ہے مگر ان کے حالات پر مبسوط کتب کا حصول مشکل اور پھر پڑھنے کیلئے زندگی کی مصروفیات
حائل اور ولادت و شہادت کے دن حالات کے سننے کا اشتیاق بچوں کی تعلیم و تربیت
کیلئے آسان زبان میں حالات پر مشتمل لٹریچر کی کمی ان تمام مشکلات کا حل مہر کار سید العلماء
مدظلہ العالی نے اس اختصار نویسی سے کر دیا ہے جس کیلئے قوم کما حقہٗ ان کے بار احسان
سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

اس قلیل القیمت اور کثیر المنفعت سلسلہ اشاعت سوانح حیات کا عظیم ترین فائدہ یہ ہے کہ
ناواقف حضرات تک پہنچانے کے لیے مجالس و محافل میلاد میں انکو بطور تبرک تقسیم کیا جا سکتا ہے
اور جو حضرات کسی وجہ سے مجالس و محافل میں شرکت نہ کر سکتے ہوں وہ اپنے اہل و عیال اعزہ و متوسلین
کو اپنے گھر میں جمع کر کے اس مختصر رسالہ کو پڑھ کر مستفید و مثاب ہو سکتے ہیں۔
ابنائے ملت سے اپیل ہے کہ ان رسائل کو نہ صرف بچوں کی واقفیت کیلئے ہر گھر میں پہنچائیں
بلکہ توسیع اشاعت کیلئے مشن سے رعایتی قیمت پر منگوا کر اپنے ماحول میں مفت تقسیم کا اہتمام فرمائیں

خادم دین سید محسن علی شاہ کاظمی جنرل سیکرٹری امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ علی محمد وآلہ الطیبین

سید سجادؑ

دنیا اس وقت مادیت کی گرویدہ ہو رہی ہے اور خدا کو بھولتی چلی جا رہی ہے بلکہ بہت کچھ بھول چکی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر زبردست کمزور کو کچل دینا چاہتا ہے، ہر طاقت ور بے طاقت کو مٹا دینا چاہتا ہے۔ ہر اکثریت اقلیت کو پامال کر دینا چاہتی ہے۔ ضرورت ہے کہ اسوقت اللہ کے بندوں میں خالق کی بندگی اور سچی عبادت کا جذبہ پیدا کیا جائے کیونکہ اگر اللہ کی بندگی پیش نظر رہے تو خدمت خلق سے انسان غافل رہ نہیں سکتا، پھر طاقتور کمزور کو مٹائے گا نہیں بلکہ اپنی قوت وطاقت سے اس کا محافظ بن جائے گا اکثریت اقلیت کو فنا کرنا نہیں چاہے گی بلکہ اس کیلئے سبب پناہ بنے گی۔ اس جذبۂ عبودیت کو پیدا کرنے کے لئے ان خالص بندگان خدا کا تذکرہ ہونا چاہیے جنہوں نے سخت سے سخت موقعوں پر بھی اللہ کی یاد کو نہیں بھلایا۔

اطمینان اور سکون کے لمحوں میں رسمی طور پر عبادت سب ہی کر سکتے ہیں اور خاص خوشی کے عالم میں اللہ کو ماننے والے بہت سے اس کا سجدہ کر لیتے ہیں، مگر مصیبتوں کی گھنگھور گھٹاؤں میں تکالیف وشدائد کے ہجوم میں، مظالم کے طوفانوں میں اور باپ بھائی اور دوسرے عزیزوں کی جدائی کے بے پناہ صدموں میں ایسی عبادت کرنا کہ :-

"زین العابدینؑ" نام سے زیادہ لقب مشہور ہو جائے اور ایسے سجدے کرنا کہ "سید سجادؑ" خطاب ہو جائے صرف مظلوم کربلا حضرت امام حسینؑ کے بیمار فرزند حضرت امام علیؑ ابن الحسینؑ سے مخصوص ہے۔ یہ مختصر صفحات ان ہی کی تاریخ زندگی کا ایک خاکہ پیش کرنے کے لئے لکھے جا رہے ہیں۔

نسب حضرت سید سجادؑ وہ مخصوص ہستی ہیں جنہوں نے عرب اور عجم دونوں قوموں کی ممتاز شرافتوں کو اپنی ذات میں جمع کر لیا تھا۔ وہ دادھیال کی طرف سے روحانی اقتدار کے وارث ہوئے تو ننھیال کی جانب سے ایران کے کسروی خاندان کی شاہانہ ہمت اور بلند اوصاف کے وارث بھی ہوئے۔ ان کے والد بزرگوار رسول خدا کے نواسے اور علیؑ اور فاطمہؑ کے بیٹے حضرت امام حسینؑ شہید کربلا تھے اور انکی والدہ آخری تاجدار ایران یزدجرد کی بیٹی شاہ زنان تھیں جو شہر بانو کے نام سے زیادہ مشہور تھیں۔ اس وقت کہ جب عرب میں نسلی تعصب انتہا درجہ پر تھا عجم کی شہزادی اسیر ہو کر عرب کے ملک میں آ ئیں۔ کون تھا جو قومی اور نسلی دشمنی کے ہوتے ہوئے شہنشاہ ایران کی لڑکی کو مناسب عزت و احترام کا درجہ دے سکتا۔ ایک انسانیت کے بڑے علمبردار حضرت علیؑ ابن ابی طالب ہی تھے جنہوں نے ایران کی شہزادی کو اپنے بیٹے حضرت امام حسینؑ کے ساتھ بیاہ کر عرب کی ملکہ بنا دیا۔ اور خدا نے ان ہی کو حضرت امام زین العابدینؑ کی ماں بننے کا شرف عطا فرمایا۔ اس طرح امام زین العابدینؑ عرب کے سردار حضرت علیؑ بن ابی طالب کے پوتے اور عجم کے شہنشاہ یزدجرد کے نواسے تھے اور اسی لئے عرب و عجم سب ہی کی نگاہ میں بڑی عزت کا درجہ رکھتے تھے۔

ولادت حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کوفہ میں مسند خلافت پر متمکن تھے جب ۱۵ جمادی الثانیہ ۳۸ھ میں سید سجادؑ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے دادا حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ اور سارے خاندان کے لوگ اس مولود کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور شائد علیؑ ہی نے پوتے میں اپنے خدوخال دیکھ کر اس کا نام اپنے نام پر علیؑ رکھا۔

تربیت

حضرت امام زین العابدینؑ کو ماں کی محبت بھری پرورش سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں مل سکا۔ اس لئے کہ ان کا آپ کی ولادت کے بعد ہی انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے بعد دو برس کا سن تھا جب آپ کے دادا حضرت امیر علیہ السلام کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا امام زین العابدین علیہ السلام اپنے چچا حضرت امام حسن علیہ السلام اور والد حضرت امام حسین علیہ السلام کی تربیت کے سایہ میں پروان چڑھے۔ بارہ برس کی آپ کی عمر تھی جب حضرت امام حسنؑ کی وفات ہوئی۔ اب امامت کی ذمہ داریاں آپ کے والد حضرت امام حسینؑ سے متعلق تھیں۔ شام کی حکومت پر بنی امیہ کا قبضہ تھا اور واقعات کربلا کے اسباب حسینی جہاد کی منزل کو قریب سے قریب تر لا رہے تھے جب حضرت زین العابدینؑ بلوغ کی منزلوں پر پہنچ کر جوانی کی حدوں میں قدم رکھ رہے تھے۔ زین العابدینؑ نے آنکھیں کھول کر ان واقعات کی رفتار کو آگے ہی بڑھتے ہوئے دیکھا جنھوں نے بعد میں کربلا کی قربانی کو ضروری قرار دیا۔

شادی

اسی زمانہ میں جب کہ امام حسینؑ مدینہ میں خاموشی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور واقعۂ کربلا کے اسباب جمع ہو رہے تھے حضرت نے اپنے فرزند سیّد سجادؑ کی شادی اپنی بھتیجی یعنی حضرت امام حسنؑ کی صاحبزادی کے ساتھ کر دی جن کے بطن سے امام محمد باقرؑ کی ولادت ہوئی اور اس طرح امام حسینؑ نے اپنے بعد کے لئے سلسلۂ امامت کے باقی رہنے کا سامان خود اپنی زندگی میں کر دیا۔

واقعۂ کربلا

۶۰ھ میں سیّد سجادؑ کی عمر ۲۲ سال کی تھی حضرت امام حسینؑ کو عراق کا سفر درپیش ہوا اور سیّد سجادؑ بھی ساتھ

تھے - نہیں کہا جاسکتا کہ راستہ ہی میں یا کربلا پہنچنے کے بعد کہاں سے
آپ بیمار ہوئے اور دس محرم ۶۱ھ کو امام حسینؑ کی شہادت کے موقع
پر وہ اس قدر بیمار تھے کہ اٹھنا بیٹھنا مشکل تھا۔ اور یقین ہے کہ ساتویں سے
پانی بند ہونے کے بعد پھر سید سجادؑ کے لئے بھی پانی کا ایک قطرہ
ملنا ناممکن ہو گیا۔ ایک ایسے بیمار کے لئے یہ تکلیف برداشت سے
باہر تھی۔ عاشور کے دن کے اکثر حصے میں وہ غشی کے عالم میں رہے
اور اسی لئے کربلا کے جہاد میں اس طرح شریک نہ ہو سکے جس طرح
ان کے دوسرے بھائی شریک ہوئے اور اسی لئے حضرت امام حسینؑ
آخری رخصت کے وقت وہ وصیتیں جو امامت کے منصب سے متعلق
تھیں خود سید سجادؑ کے سپرد نہ فرما سکے۔ بلکہ انہیں ایک کاغذ پر لکھ
کر اپنی صاحبزادی فاطمہ کبریٰؑ کے سپرد فرما دیا۔ اور کہہ دیا کہ جب تمہارے
بھائی ہوش میں آئیں تو انہیں دے دینا۔ قدرت کو سید سجادؑ کا امتحان
دوسری طرح لینا تھا۔ وہ حسینؑ کے بعد لٹے ہوئے قیدیوں کے
قافلہ سالار بننے والے تھے۔ ادھر امام حسینؑ شہید ہوئے اور ادھر ظالم دشمنوں
نے خیام اہل بیتؑ کی طرف رخ کر دیا۔ اور لوٹنا شروع کر دیا۔ اس
وقت کا اہل حرم کا اضطراب، خیام میں تہلکہ اور پھر ان ہی خیموں میں
آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے، اس وقت سید سجادؑ کا کیا عالم تھا
اس کے اظہار کے لئے کسی زبان یا قلم کو الفاظ ملنا غیر ممکن ہے۔ مگر یہ
کہنا زین العابدینؑ کی عبادت خدا کا انہوں نے اس بیماری، اس
مصیبت اور اس آفت میں بھی اپنی عبادت کی شان میں فرق آنے
نہ دیا۔ انہوں نے گیارھویں محرم کی شب کو نماز فریضہ کے بعد سجدۂ معبود

میں خاک پر سر رکھ دیا اور ایک ہی سجدے میں پوری رات ختم کر دی سجدے میں یہ کلمات زبان پر تھے:۔ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حَقًّا حَقًّا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِيْمَانًا وَّصِدْقًا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تَعَبُّدًا وَّرِقًّا" (یعنی کوئی معبود نہیں سوائے ایک اللہ کے جو حق ہے یقیناً حق ہے۔ کوئی معبود نہیں سوائے ایک اللہ کے ایمان کے رُو سے اور سچائی سے، کوئی معبود نہیں سوائے ایک اللہ کے گواہی دیتا ہوں میں اس کی بندگی اور نیازمندی کے ساتھ۔ یوں ہی صبح ہو گئی۔

دوسرے دن فوج دشمن کے سالار ابن سعد نے اپنے کشتوں کو جمع کیا اور ان پر نماز پڑھ کر دفن کیا۔ مگر حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے لاشوں کو اسی طرح بے گور و کفن زمین گرم کربلا پر دھوپ میں چھوڑ دیا۔ یہ موقع سید سجادؑ کے لئے انتہائی تکلیف کا تھا۔ وہ اسوقت سبب دشمنوں کے ہاتھ میں قید ہو کر پھوپھیوں، بہنوں اور دیگر اہل حرم کے ساتھ مقتل سے گزر رہے تھے تو یہ حالت تھی کہ قریب تھا روح جسم سے جدا ہو جائے۔ انہیں اس کا صدمہ تھا کہ وہ اپنے باپ اور دوسرے عزیزوں کو دفن نہ کر سکے نہ تو دشمنوں کے ہاتھ میں اسیر تھے اور کربلا سے کوفے جائے جا رہے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ کتنا دل کو بے چین کرنے والا تھا وہ منظر جب خاندان رسولؐ کا لٹا ہوا قافلہ دربار ابن زیاد میں پہنچا۔ سید سجادؑ محسوس کر رہے تھے کہ یہ وہی کوفہ ہے جہاں ایک وقت میں علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام بادشاہ سمجھے جاتے تھے اور زینبؑ و ام کلثومؑ شاہزادیاں۔ آج اسی کوفہ میں ظالم ابن زیاد تخت حکومت پہ بیٹھا ہے اور رسولؐ کا خاندان مقید

کھڑا ہے۔ سید سجادؑ ایک بلند انسان کی طرح انتہائی صدمہ اور تکلیف کے ساتھ بھی ایک وقار دیتے ہوئے خاموش کھڑے تھے۔ ابن زیاد نے اس خاموشی کو توڑا، یہ پوچھ کر کہ تمہارا کیا نام ہے؟ امامؑ نے فرمایا "علیؑ ابن الحسینؑ" وہ کہنے لگا۔ "کیا اللہ نے علیؑ ابن حسینؑ کو قتل نہیں کیا؟" امام نے جواب دیا۔ "وہ میرے ایک بھائی "علیؑ" تھے جنھیں لوگوں نے قتل کر دیا" وہ سرکش جاہل کہنے لگا۔ "نہیں، بلکہ اللہ نے قتل کیا۔ امامؑ نے یہ آیت پڑھی کہ: اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا" یعنی اللہ ہی موت کے وقت قبض روح کرتا ہے۔ اس اعتبار سے تمہارا قول درست ہو سکتا ہے۔ اس پر ابن زیاد کو غصہ آ گیا اور کہا "تم میں اب بھی مجھ کو جواب دینے اور میری بات رد کرنے کی جرأت ہے؟ اور فوراً قتل کا حکم دیا۔ یہ سننا تھا کہ حضرت زینبؑ دوڑ کر اپنے بھتیجے سے لپٹ گئیں۔ اور کہا کہ "مجھ کو اس کے ساتھ قتل کیا جائے"۔ سید سجادؑ نے کہا۔ "پھوپھی چھوڑ دیجئے اور مجھے ابن زیاد کا جواب دینے دیجئے"۔ ابن زیاد تو یہ سمجھا تھا کہ کربلا میں آل محمدؐ کے بہتے ہوئے خون کو دیکھ کر سید سجادؑ کے دل میں موت کا ڈر سما گیا ہوگا۔ اور وہ قتل کی دھمکی سے سہم جائیں گے۔ مگر بہادر حسینؑ کے بہادر فرزند نے تیور بدل کر کہا۔ "ابن زیاد تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ کیا ابھی تک تجھے نہیں معلوم ہوا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے۔ اور شہادت ہماری فضیلت ہے"۔ یہ وہ پرزور الفاظ تھے جنہوں نے ظالم کے سر کو جھکا دیا۔ حکم قتل ختم ہو گیا۔ اور ثابت ہو گیا کہ حسینؑ کی شہادت سے ان کی اولاد اور اہل حرمؑ پر کوئی خوف نہیں چھایا۔ بلکہ قاتل ہی اس خاندان کے صبر و استقلال کو دیکھ کر خوف زدہ ہو چکے ہیں۔ کوفہ کے بعد یہ قافلہ دمشق

کی طرف روانہ ہوا۔ جس دن دمشق میں داخلہ تھا اس دن وہاں کے بازار خاص
اہتمام سے سجائے گئے تھے اور تمام شہر میں آئینہ بندی کی گئی تھی اور لوگ
آپس میں عیدیں مل رہے تھے۔ اس وقت حسینؑ کے اہل حرمؑ جو تکلیف
محسوس کر رہے تھے اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ ایسے وقت انسان
کے ہوش و حواس بجا نہیں رہتے۔ مگر وہ سید سجادؑ تھے جو ہر موقع پر ہدایت
اصلاح اور حسینی مشن کی تبلیغ کرتے جاتے تھے۔ جس وقت یہ قافلہ بازار سے
گزر رہا تھا تو اموی حکومت کے ایک ہوا خواہ نے حضرت سید سجادؑ سے طنزیہ
پوچھا۔ "اے فرزند حسینؑ کس کی فتح ہوئی؟" آپ نے جواب میں فرمایا۔ "تم کو
اگر معلوم کرنا ہے کہ کس کی فتح ہوئی ہے تو جب نماز کا وقت آئے اور اذان
و اقامت کہی جائے اس وقت سمجھ لینا کہ کس کی فتح ہوئی"۔ اسی طرح اس
وقت جب یہ قافلہ مسجد دمشق کے دروازے پر پہنچا تو ایک بوڑھا سامنے آیا
اور اس نے قیدیوں کو دیکھ کر کہا کہ "شکر ہے اس خدا کا جس نے تم کو تباہ و برباد
کیا اور ملک کو تمہارے مردوں سے خالی اور پر امن بنایا اور خلیفۂ وقت یزید کو
تم پر غلبہ عطا فرمایا"۔ ان اسیروں کے قافلہ سالار حضرت سید سجادؑ سمجھ گئے
کہ یہ ہم لوگوں سے واقف نہیں ہے۔ فرمایا۔ کہ "اے شیخ کیا تو نے یہ
آیت قرآن میں پڑھی ہے۔ "قُلْ لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ
فِي الْقُرْبَىٰ" کہہ دو اے رسول کہ میں سوائے اپنے اہل بیتؑ کی محبت کے
تم سے اس تبلیغ رسالت پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا"۔ بوڑھے نے کہا ہاں، یہ
آیت میں نے پڑھی ہے۔ فرمایا "وہ رسولؐ کے اہل بیتؑ ہم ہی ہیں جن کی
محبت تم پر فرض ہے"۔ یوں ہی خمس والی آیت میں جو ذِي الْقُرْبَىٰ کا لفظ
ہے اور آیۂ تطہیر میں أَهْلَ الْبَيْتِ کا لفظ ہے یہ سب آپ نے اس کو

یاد دلایا۔ بوڑھا یہ سن کر تھوڑی دیر حیرت سے خاموش رہا۔ پھر کہا۔ کیا خدا کی قسم تم لوگ وہی ہو؟ سید سجادؑ نے فرمایا۔ ہاں قسم بہ خدا ہم وہی اہل بیتؑ اور قرابتدار رسولؐ کے ہیں۔ یہ سن کر بوڑھا شیخ رونے لگا۔ عمامہ سر سے پھینک دیا، سر آسمان کی طرف بلند کیا۔ اور کہا "خداوندا گواہ رہنا کہ میں آل محمدؐ کے ہر دشمن سے بیزار ہوں"۔ پھر امام سے عرض کیا۔ "کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟" فرمایا۔ "ہاں! اگر تو توبہ کرے تو قبول ہو اور تو ہمارے ساتھ ہوگا۔" اس نے عرض کیا "میں اس جرم سے توبہ کرتا ہوں جو میں نے واقف نہ ہونے کی وجہ سے آپ کی شان میں گستاخی کی۔"

کوفہ میں دربار ابن زیاد میں اور پھر بازار کوفہ میں اور پھر دمشق میں یزید کے سامنے سید سجادؑ اور دیگر اہل حرم کی بہادرانہ گفتگو میں خطبے اور احتجاج وہ تھے جنہوں نے دنیا کو شہادت حسینؑ کا مقصد بتایا اور اس طرح زین العابدینؑ نے اس مشن کو پورا کیا جسے امام حسینؑ نے انجام دیا۔

رہائی کے بعد قید شام سے رہائی کے بعد امام زین العابدینؑ مع اہل حرمؑ مدینہ گئے اور خاموش زندگی گزارنا شروع کی گو مدینہ میں اب یزید کی خلافت کے خلاف جذبات بھڑک چکے تھے۔ ان لوگوں نے کوشش کی کہ امام زین العابدینؑ کو اپنے ساتھ شریک کیا جائے۔ مگر امامؑ ان کی نیت اور ان کے ارادوں کی حالت کو خوب جانتے تھے۔ آپ نے ان کا ساتھ دینا منظور نہیں فرمایا۔ اس لئے مدینہ پر جب یزید کی فوج نے چڑھائی کی تو امام زین العابدینؑ کو بلا وجہ کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی گئی مگر آپ کے روحانی صدمہ کیلئے یہ ہی کافی تھا کہ رسول اللہؐ کی مسجد میں تین روز تک گھوڑے بندھتے رہے سینکڑوں مسلمان شہید ہوئے

اور سینکڑوں شریف عورتوں کی فوج یزید کے ہاتھوں عصمت دری ہوئی یہ مصیبت بھی زین العابدینؑ کے لئے نہایت سخت اور ناگوار تھی۔ مگر آپ نے صبر و استقلال کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ایسے موقع پر جب کہ شہادت حسینؑ سے ہر طرف انقلاب برپا تھا اور مختلف جماعتیں خونِ حسینؑ کا بدلہ لینے کے لئے کھڑی ہو گئی تھیں حضرت امام زین العابدینؑ کا اس ہنگامہ سے الگ رہ کر صرف عبادت اور تعلیمات الٰہی کی اشاعت میں مصروف رہنا ایک بے مثال حیرتناک ضبطِ نفس کا نمونہ تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سلیمان ابن صُرد خزاعی یا مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی جنہوں نے قاتلانِ حسینؑ سے انتقام لیا، امام زین العابدینؑ کے دل میں ان کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ موجود تھا آپ نے مختار کیلئے دعائے خیر فرمائی تھی آپ نے برابر لوگوں سے دریافت کیا ہے کہ کون کون قاتل حسینؑ کے قتل ہو گئے۔ یقیناً مختار نے ان قاتلوں کو ان کے جرائم کی سزا دے کر سید سجادؑ کے زخمی دل پر ایک بڑا مرہم لگا دیا۔ مگر آپ کا طرز عمل اتنا غیر متعلق اور محتاط رہا کہ حکومت وقت کی طرف سے کوئی ذمہ داری آپ پر ان اقدامات کی کبھی عائد نہ ہو سکی۔

آپ کی پوری زندگی کا دور آل محمدؐ اور ان کے شیعوں کے لئے کیا شورش رہا یزید کے تھوڑے ہی زمانہ کے بعد حجاج ابن یوسف ثقفی کی ظالم حکومت اور جن چن کے آلِ رسولؐ کے دوستوں کو قتل کرنا حکومت کی طرف سے ہر ایک نقل و حرکت سے بلکہ گفتگو پر بھی خفیہ مخبروں کا مقرر ہونا اس صورت میں کہاں ممکن تھا کہ آپ ہدایت خلق کے فرائض کو آزادی کے ساتھ انجام دے سکتے۔ مگر آپ کی خاموش سیرت زندگی ہی دنیا کے لئے بہترین مثال تھی اور اپنی اسی خاموش زندگی سے آپ دنیا کو رسول اللہؐ کے طرز عمل سے روشناس بنا رہے تھے۔

مشاغلِ زندگی

واقعہ کربلا کے بعد ۳۴ برس امام زین العابدینؑ نے انتہائی ناگوار حالات میں بڑے صبر و ضبط اور استقلال سے گزارے اس تمام مدت میں آپ دنیا کے شور و شر سے علیحدہ صرف دو مشغلوں میں رات دن بسر کرتے تھے۔ ایک عبادتِ خدا دوسرے اپنے باپ پر گریہ۔ یہی آپ کی مجلسیں تھیں جو زندگی بھر جاری رہیں۔ آپ جتنا اپنے والد بزرگوار کے مصائب کو یاد کر کے روئے ہیں دنیا میں کسی نے اتنا گریہ نہیں کیا۔ ہر ہر وقت پر آپ کو حسینؑ کی مصیبت یاد آتی تھی۔ جب کھانا سامنے آتا تھا تب روتے تھے جب پانی سامنے آتا تھا تب روتے تھے۔ حسینؑ کی بھوک و پیاس یاد آجاتی تھی تو اکثر اس شدت سے گریہ و زاری فرماتے تھے اور اتنی دیر تک رونے میں مصروف رہتے تھے کہ گھر کے دوسرے لوگ گھبرا جاتے تھے اور انہیں آپ کی زندگی کے لئے خطرہ محسوس ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ آخر کب تک روئیے گا۔ تو فرمایا کہ یعقوبؑ نبی کے بارہ بیٹے تھے۔ ایک فرزند غائب ہو گیا تو وہ اس قدر روئے کہ آنکھیں جاتی رہیں۔ میرے سامنے تو اٹھارہ عزیز و اقارب جن کا مثل و نظیر دنیا کے پردہ پر نہ تھا قتل ہو گئے ہیں۔ میں کیسے نہ روؤں۔

یوں تو رونا بالکل فطری تاثرات کی رو سے تھا۔ مگر اس کے ضمن میں ایک نہایت پُر امن طریقہ سے حسینؑ کی مظلومیت اور شہادت کا تذکرہ زندہ رہا اور زین العابدینؑ کے غیر معمولی گریہ کے چرچے کے ساتھ شہادتِ حسینؑ کے واقعات کا تذکرہ فطری طور سے لوگوں کی زبانوں پر آتا رہا۔ جو دوسری صورت میں اس وقت حکومت وقت کے مصالح کے خلاف ہونے کی بنا پر ممنوع قرار پا جاتا۔

دوسری مرتبہ گرفتاری

اتنی پُرامن زندگی کے باوجود حکومت شام کو اپنے مقاصد میں حضرت کی ذات سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوا اور عبدالملک بن مروان نے اپنی حکومت کے زمانے میں آپ کو گرفتار کرکے مدینہ سے شام کی طرف بلوایا اور دو تین دن آپ دمشق میں قید بھی رہے مگر خدا کی قدرت تھی یا آپ کی روحانیت کا اعجاز جس سے عبدالملک خود پشیمان ہوا اور مجبوراً حضرت کو مدینہ واپس ہو جانے دیا۔

اخلاق و کمالات

پیغمبر خداؐ کی مبارک نسل کی یہ خصوصیت تھی کہ بارہ افراد لگاتار ایک ہی طرح کے انسانی کمالات اور بہترین اخلاق واوصاف کے حامل ہوتے رہے۔ جن میں سے ہر ایک اپنے وقت میں نوع انسانی کیلئے بہترین نمونہ تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ کی چوتھی کڑی سید سجادؑ تھے۔ جو اخلاق و اوصاف میں اپنے بزرگوں کے یادگار تھے۔ اگر ایک طرف صبر و برداشت کا جوہر وہ تھا جو کربلا کے آئینہ میں نظر آیا تو دوسری طرف حلم اور عفو کی صفت آپ کی انتہائی درجہ پر تھی۔ آپ نے ان موقعوں پر اپنے خلاف سخت کلامی کرنے والوں سے جس طرح کی گفتگو فرمائی ہے۔ اس سے عیاں ظاہر ہے کہ آپ کا حلم اس طرح کا نہ تھا جیسے کوئی کمزور نفس والا انسان ظاہر کر دیا اپنے کو مجبور سمجھ کر تحمل سے کام لے۔ بلکہ آپ عفو اور درگزر کی فضیلت ابراز دیتے ہوئے اپنے عمل سے اس کی مثال پیش کرتے تھے۔ ایک شخص نے بڑی سخت کلامی کی اور بہت سے غلط الزامات آپ پر آپ کے منہ پر عائد کرے۔ حضرت نے فرمایا جو کچھ تم نے کہا اگر وہ صحیح ہے تو خدا مجھے معاف کرے اور اگر غلط ہے تو خدا تمہیں معاف کرے۔ اس بلند اخلاقی کے مظاہرے کا ایسا اثر پڑا کہ مخالف نے سر جھکا دیا اور کہا حقیقت یہ ہے

کہ جو کچھ میں نے کہا وہ غلط ہی تھا۔ ایسے ہی دوسرے موقع پر ایک شخص نے آپ کی شان میں بہت ہی نازیبا کوئی لفظ استعمال کیا۔ حضرتؑ نے اس طرح بے توجہی فرمائی کہ جیسے سنا ہی نہیں۔ اس نے پکار کے کہا۔ اِیَّاکَ اَعْنِی "یعنی میں آپ ہی کو کہہ رہا ہوں"۔ حضرت نے فرمایا۔ عَنْکَ اُعْرِضُ۔ ہاں میں تم ہی سے اعراض یعنی بے توجہی کر رہا ہوں۔ یہ اشارہ تھا اُس حکم قرآن کی طرف کہ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْن "یعنی عفو کو اختیار کرو، اچھے کاموں کی ہدایت کرو اور جاہلوں سے بے توجہی اختیار کرو۔"

ہشام ابن اسماعیل ایک شخص تھا جس سے حضرتؑ کی نسبت کچھ ناگوار باتیں سرزد ہوئی تھیں۔ یہ خبر بنی امیہ کے (نیک) بادشاہ عمر بن عبدالعزیز کو پہنچی۔ اس نے حضرت کو لکھا کہ میں اس شخص کو سزا دوں گا۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے اس کو کوئی نقصان پہنچے۔

فیاضی اور خدمت خلق کا جذبہ آپ کو ایسا تھا کہ راتوں کو غلہ اور روٹیاں اپنی پشت پر رکھ کر غریبوں کے گھروں پر لے جاتے تھے اور تقسیم کرتے تھے۔ بہت سے لوگوں کو خبر بھی نہ ہوتی تھی کہ وہ کہاں سے پاتے ہیں اور کون ان تک پہنچاتا ہے۔ جب حضرتؑ کی وفات ہوئی اس وقت انہیں پتہ چلا کہ یہ امام زین العابدینؑ تھے۔ عمل کی ان خوبیوں کے ساتھ علمی کمال بھی آپ کا ایسا تھا جو دشمنوں کو بھی سر جھکانے پر مجبور کرتا تھا۔ اور ان کو اقرار تھا کہ آپ کے زمانے میں فقہ اور علم دین کا کوئی عالم آپ سے بڑھ کر نہیں۔ ان تمام ذاتی بلندیوں کے ساتھ آپ دنیا کو یہ سبق بھی دیتے تھے کہ بلند خاندان سے ہونے پر ناز نہیں کرنا چاہئے۔ یہاں تک کہ آپ جب کبھی مدینہ سے باہر تشریف

ے چلتے تھے تو اپنا نام و نسب لوگوں کو نہ بتلاتے تھے۔ کسی نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا۔ مجھے یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں اپنے نسب کا سلسلہ تو پیغمبر خدا تک ملاؤں اور ان کے صفات مجھ میں نہ پائے جائیں۔

عبادت آپ کی مخصوص صفت جس سے آپ زین العابدین اور سید الساجدین مشہور ہوئے وہ عبادت ہے، باوجودیکہ آپ کربلا کے ایسے بڑے حادثے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے، باپ، بھائیوں اور عزیزوں کے دردناک قتل کے مناظر برابر آپ کی آنکھوں میں پھرا کرتے تھے۔ اس حالت میں کسی دوسرے خیال کا ذہن پر غالب آنا عام انسانی فطرت کے لحاظ سے بہت مشکل ہے۔ مگر باپ کے اس غم و صدمہ پر جس نے عمر بھر سید سجادؑ کو رلایا اگر کوئی چیز غالب آئی تو وہ خوفِ خدا اور عبادت میں محویت تھی۔ یہاں تک کہ جس وقت وضو کے لئے پانی سامنے آتا تھا اور نماز کا ارادہ فرماتے تھے اس وقت آپ کے تصورات کی دنیا بدل جاتی تھی چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور جسم میں لرزہ پڑ جاتا تھا۔ کوئی سبب پوچھتا تھا، تو فرماتے تھے کہ خیال تو کرو مجھے کس حقیقی سلطان کی خدمت میں حاضر ہونا ہے۔

ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر ایسا ہوا کہ احرام باندھتے وقت لبیک (حاضر ہوں) کہنا چاہا تو رنگ چہرہ کا اڑ گیا اور تمام جسم میں لرزہ پڑ گیا۔ اور کسی طرح لبیک نہ کہا گیا۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا میں سوچتا ہوں کہ شاید میں لبیک کہوں اور اس بارگاہ سے یہ آواز آئے کہ لا لبیک (حاضری کی اجازت نہیں) یہ فرما کر اتنا روئے کہ غش آگیا۔ اس دور میں کہ جب ذہنیت کے دل پر دنیوی بادشاہوں کی عظمت کا اثر تھا اور خالق کو بالکل

بھول چکی تھی سید سجادؑ ہی تھے جنکی زندگی خالق کی عظمت کا احساس پیدا کرتی تھی۔

صحیفۂ سجادیہ یا زبور آلِ محمدؐ

حضرت امام زین العابدینؑ کو زمانہ اس کی اجازت نہیں دیسکتا تھا کہ وہ اپنے دادا علیؑ ابن ابی طالبؑ کی طرح خطبوں (تقریروں) کے ذریعہ سے دنیا کو علوم و معارف اور الٰہیات وغیرہ کی تعلیم دیں نہ ان کے لئے اسکا موقعہ تھا کہ وہ اپنے بیٹے امام محمد باقرؑ یا اپنے پوتے امام جعفر صادقؑ کی طرح شاگردوں کے مجمع میں علمی و دینی مسائل حل کریں اور دنیا کو اچھی باتوں کی تعلیم دیں۔ یہ سب باتیں وہ تھیں جو اس وقت کی فضا کے لحاظ سے غیر ممکن تھیں۔ اس لئے امام زین العابدینؑ نے ایک تیسرا طریقہ اختیار کیا جو بالکل پُرامن تھا اور جسے روکنے کا دنیا کی کسی طاقت کو کوئی بہانہ نہیں مل سکتا تھا وہ یہ تھا کہ تمام دنیا والوں سے منہ موڑ کر وہ اپنے خالق سے مناجات کرتے اور دعائیں پڑھتے تھے۔ مگر یہ مناجاتیں اور دعائیں کیا تھیں؟ "الٰہیات کا خزانہ، معارف اور حقائق کا گنجینہ، خالق اور مخلوق کے باہمی تعلق کا صحیح آئینہ"۔ ان دعاؤں کا مجموعہ صحیفۂ کاملہ[1] صحیفۂ سجادیہؑ اور زبور آلِ محمدؐ کے ناموں سے اسوقت تک موجود ہے۔ اس میں انسان کو وہ سب کچھ مل جاتا ہے جو اسے بڑے بڑے خطبوں اور تقریروں میں شاید اتنی پُر تاثیر انداز سے نہ ملتا۔

وفات

افسوس ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ کی یہ خاموش زندگی بھی ظالم حکومت کو ناگوار ہوئی اور ولید بن عبدالملک اموی بادشاہ شام نے آپ کو زہر دلوا دیا۔ اور ۲۵ محرم سنہ ۹۵ھ میں وفات ہو گئی۔ مدینہ کے مقام پر امام محمد باقرؑ نے اپنے مقدس باپ کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور جنت البقیع میں حضرت امام حسنؑ کے پہلو میں دفن کیا۔

(علی نقی النقوی)

[1] صحیفۂ کاملہ کی دعاؤں کا ایک مجموعہ "مکتبہ امامیہ مشن" کی طرف سے خاص اہتمام کیساتھ شائع کیا جا رہا ہے